

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شیخ التفسیر مفتی محمد عبدہ الفلاح

فکر و نظر

## ماہِ رمضان اور اس کی برکات

صالح اجتماعی نظام اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ افرادِ انسانی کے اخلاق و اعمال میں عدل و استقامت پیدا نہ ہو جائے اور چونکہ تمام اخلاق و اعمال کا منبع و مصدر اور جڑ روح اور قلب ہیں تو حیاتِ انسانی میں انفراداً و اجتماعاً صلاحیتِ استقامت پیدا کرنے کے لئے سب سے مقدم قلب کی اصلاح اور روح کی طہارت ہے، ورنہ انسان کا اصولِ زندگی میں افراط و تفریط سے ملوث ہونا ناگزیر ہے بقول ۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج  
تاثر یا مسرود ولہار کج

رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک ارشاد میں اس حقیقت کو واضح کیا کہ «ألا إن في الجسد

مضغة إذا صلحت أصلحت الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله»

”یاد رکھو کہ جسم میں ایک ٹکڑا (لوٹھڑا) ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے۔“ (صحیح بخاری: ۵۲)

### عبادتِ الہی کا مقصد

قرآن حکیم نے بھی عبادتِ الہی پر اسی لئے زور دیا ہے اور ذکرِ الہی کی جا بجا تلقین کی ہے کہ اس سے انسان کے دل کی اصلاح اور روح کی طہارت حاصل ہوتی ہے جس سے انسان کے نظامِ زندگی میں پوری پوری استقامت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اغْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرة: ۲۱)

”اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے تمام لوگوں کو پیدا فرمایا ہے تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔“

## اصلاح و تربیت کا فطری طریقہ

گویا قرآن نے انسان کی اصلاح و تربیت کا فطری اور سہل طریقہ یہ بتایا ہے کہ عبادتِ الہی میں مشغول رہے، اگر اس سے اعراض کر لے گا تو انسان کی اصلاح و تربیت مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے اور اس کا زندگی کی بے اعتدالیوں میں گرفتار ہو جانا لازمی ہے جیسے کہ فرمایا: {وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَقِيضٌ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ} (الزخرف: ۳۶) ”یعنی جو شخص ذکرِ رحمن سے جی چراتا ہے، ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں، پھر وہی شیطان اس کا ہم نشین اور مشیر ہوتا ہے۔“ اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں تشبیہ کرتے ہوئے فرمایا: {وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ} (الانعام: ۱۵۳) ”یہ میرا (بتلایا ہوا) راستہ سیدھا (جو زندگی کا صحیح نصب العین اور دستور العمل ہے، اس پر چل کر انسان کامیابی کے ساتھ مقصود تک پہنچ سکتا ہے) تو اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر (جو تمہارے خود ساختہ ہیں) مت چلو ورنہ سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔“

اگرچہ قرآن یہ واضح کرتا ہے کہ عبادتِ الہی کے علاوہ اصلاح و تربیت کے جتنے بھی خود ساختہ نظام ہیں وہ صعب الحصول ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کی گمراہی کا سبب بھی بنتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ} (الزمر: ۲۲)

”پس افسوس اور حسرت ان دلوں پر جو ذکرِ الہی کی طرف سے بالکل سخت ہو گئے ہیں اور

یہی لوگ ہیں جو کھلم کھلا گمراہی میں مبتلا ہیں۔“

چونکہ عبادت سے مقصود انسان کی اصلاح و تربیت ہے، اس لئے شریعتِ حقہ نے اس کی حدود متعین کر کے توسط و اعتدال کا حکم دیا ہے اور اس میں اس درجہ غلو اور افراط سے بھی شدت کے ساتھ منع فرما دیا جو انسان کو ادائیگی حقوق یا معاشرتی زندگی میں محض ایک عضو معطل بنا چھوڑے اور اس درجہ تفریط پر بھی ملامت کی جس سے عبادت کا مقصود ہی فوت ہو جائے بلکہ اس پر سخت وعید فرمائی۔

## اسلام اور دیگر مذاہب کے نظریہ عبادت میں تفاوت

قبل از ظہور اسلام بت پرستوں سے لے کر اہل کتاب تک لوگوں کے دلوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو چکا تھا کہ تکلیف و تعذیب جسم بھی ایک قسم کی عبادت ہے اور اس سے ذات الہی کا تقرب اور رضا حاصل ہوتی ہے۔ اس تخیل کا اثر ہے کہ چند جوگیوں نے ریاضاتِ شاقہ اور عجیب و غریب ورزش جسمانی کی بنیاد ڈالی جس میں سالہا سال تک کھڑے رہنا، شدید دھوپ میں قیام کرنا، گرمی کے دنوں میں آگ کے شعلوں کے دائرہ میں بیٹھنا، سالہا سال تک ایک نشست میں قائم رہنا، ایک ایک چلہ تک ترکِ اکل و شرب کرنا وغیرہ تقرب الی اللہ کے حقیقی راستے سمجھے گئے۔ آج کل چین اور بدھ مت اسی تخیل کی یادگار ہیں جو ناک، کان، منہ کو بند رکھتے ہیں کہ کسی کیڑے کو اذیت نہ ہو اور جس کے بھکشو جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے اور گھاس، درختوں کے پتوں اور بھیک کے ٹکڑوں پر گزر کرتے تھے۔ ایسے ہی نصرانی راہبوں نے رہبانیت کی بنیاد ڈالی جس کی رو سے تہجد کی زندگی اور آسائش و لذائذ جسمانی کا ترک کرنا ان کی مرغوب عبادت تھی۔ خاص خاص قسم کی تکلیف دہ ریاضوں میں مشغول رہنا کئی کئی روز تک خورد و نوش ترک کرنا ان کا انتہائی زہد و تقویٰ تھا اور اس سے پہلے یہود بھی مختلف ریاضاتِ شاقہ میں صحرا نوردی کر چکے تھے۔ قرآن مجید نے اپنے ظہور کے ساتھ مقصودِ عبادت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ان سب خود ساختہ طریقوں کی تردید کی اور فرمایا کہ عبادت سے مقصود انسان کی اصلاح و تربیت ہے نہ کہ تعذیب جسم۔ اور دین الہی کی بنیاد یسر پر ہے نہ کہ عسر پر۔

{يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ} (البقرة: ۱۸۵) ”یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تم کو مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔“ نیز فرمایا کہ ان مبتدع طرقِ عبادت کا فطرت سے دور کا بھی لگاؤ نہیں۔ {وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاَهَا عَلَيْهِمْ} (الحديد: ۲۷) ”یہ رہبانیت جس کو انہوں نے اختراع کیا ہے، ہم نے اس کے متعلق انہیں کوئی حکم نہیں دیا۔“ بلکہ بعثتِ رسول کا مقصد و منشا یہی بتلایا کہ دین میں ہر قسم کی سختیوں کو جن کا انہوں نے التزام کر رکھا تھا بیک قلم منسوخ کر دے، فرمایا:

{يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ  
الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ}

”وہ رسول ان یہود و نصاریٰ کو نیکیوں کا حکم کرتا اور برائیوں سے روکتا ہے۔ طیبیات (پسندیدہ چیزیں) ان کے لئے حلال کرتا ہے اور اشیاءِ خبیثہ کو حرام ٹھہراتا ہے اور ان کی گردن سے (شدید احکام کی) طوق و زنجیر کو جو ان کے گلے میں پڑے ہوئے تھے، علیحدہ کرتا ہے اور ان پھندوں سے نکالتا ہے جن میں وہ (صدیوں سے) گرفتار تھے۔“ (الاعراف: ۱۵۷)

الغرض اسلام کا مقصد انسان کو مذہبی اعمال کا مکلف بنانے سے دیگر مذاہب کی طرح تکلیف و تعذیب میں مبتلا کرنا نہیں، بلکہ اصلاحِ قلوب و تزکیہٴ نفس ہے جو انسان کی صالح تمدنی و معاشرتی زندگی کے لئے ناگزیر ہے۔ جب مذہبی عبادات کا منشا یہ ہے تو موجودہ جدید تمدن و نئی تہذیب کے علم بردار مسلمانوں پر بہت افسوس ہے کہ جو اسلامی عبادات کا یہ کہہ کر مضحکہ اڑاتے ہیں کہ یہ فضول حرکتیں اور لاجاصل قید و مشقت ہے۔

## فتنہ کی انتہا

بلکہ بعض گریجویٹ نوجوان تو کھلے الفاظ میں یہ کہتے ہیں کہ روزہ عرب جاہلیت کے فقر وفاقہ کی ایک وحشیانہ یادگار ہے جو یا تو اس لئے قائم کی گئی تھی کہ غذا میسر نہیں آتی تھی یا من جملہ ان غلط فہمیوں کے، ایک تو ہم پرستی تھی جو اہل مذاہب میں ابتدا سے پھیلی ہوئی ہیں اور انہوں نے ترکِ لذائذ و تعذیبِ نفس کو وسیلہٴ نجات سمجھ لیا ہے اور یہ کہ موجودہ متمدن زندگی نے دن میں پانچ مرتبہ کم از کم کھانے کا حکم دیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ انسان ایک مہینہ تک کے لئے بالکل غذا ترک کر دے۔ وغیر ذلک من الخرافات قاتلہم اللہ انی یؤفکون نعوذ باللہ من هذه الاعتقادات للزنادقة ”اللہا نہیں غارت کرے وہ کہاں بھٹکے جا رہے ہیں اور للہ تعالیٰ ہمیں ایسے زندیقانہ اعتقادات سے محفوظ رکھے۔“

دراصل اس قسم کے اعتراضات دشمنانِ اسلام کی سوقیانہ افترا پردازیاں ہیں جن کو ہمارے نوجوانوں نے قبول کر کے اپنی شکست خوردہ ذہنیت کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ اس گمراہی کا سبب فرضیتِ روزہ کی تاریخ سے عدم واقفیت اور اس کے حکم

ومصالح سے غفلت کیشی ہے۔ روزہ اس حالت میں فرض ہوا تھا جب مسلمانوں کو ہر طرف سے مال غنیمت ہاتھ لگنا شروع ہو گیا تھا اور ہر قسم کے طرب و نشاط کے اسباب مہیا تھے۔ پھر اس کو فاقہ کشی کی رسم کی یادگار کہنا تاریخی حقیقت سے چشم پوشی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

## روزہ صحت بخش عبادت ہے!

باقی رہا متمدن زندگی تو دن بھر میں پانچ مرتبہ چرنے کو متمدن زندگی کہنا ع برعکس نام نہند زندگی کا فوراً کا مصداق ہے۔ دیکھئے: قال بعض أطباء الأفرنگ أن صيام شهر واحد في السنة يذهب بالتفضلات الميتة في البدن مدة سنة (تفسیر المنار) یعنی ”بعض انگریز ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ سال بھر میں ایک ماہ روزہ رکھنا جسم کے سال بھر کے رڈی فضلات کا خاتمہ کر دیتا ہے۔“ شارح علیہ السلام نے بھی اسی لئے روزہ کو موجب صحت کہا ہے، فرمایا: اغزو واتغنموا صوموا تصحوا سافروا تستغنوا (رواہ الطبرانی فی الاوسط) یعنی ”جہاد کرو تو غنیمتیں حاصل ہوں، روزہ رکھو تو تندرست رہو اور سفر کرو تو تو تگری حاصل ہو۔“ ایک دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے جو اسی کی مؤید ہے فرمایا: صوموا تصحوا (رواہ ابونعیم فی الطیب) یعنی ”روزہ رکھو تو تندرست رہو گے۔“ لہذا معلوم ہوا کہ روزہ نہ تو وحشیانہ رسم کی یادگار ہی ہے اور نہ ہی متمدن زندگی کے خلاف بلکہ اصول صحت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر انسان کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے۔

## صیام رمضان

اسلام میں عبادت کے پانچ اہم شعبے ہیں جن کو شریعت حقہ کی اصطلاح میں (ارکانِ خمسہ) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان ارکانِ خمسہ کے بارعایت شروط ادا کرنے سے اصطلاحِ قلب اور تزکیہ نفس ہوتا ہے اور ہر ایک عبادت اغراض و مقاصد پر مشتمل ہے۔ یہاں ہمیں صرف روزہ کے متعلق عرض کرنا ہے کہ ہر مسلمان اسے پورے ضابطہ اور پابندی سے ادا کرے تاکہ اس کی طبع پر اس کے فوائد مرتب ہوں۔ روزہ ایک ایسی رسم عبادت ہے جو دنیا کے تمام مذاہبِ حقہ اور باطلہ میں مروج ہے۔ قرآن نے بھی روزہ کی فرضیت بیان کرتے

ہوئے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، فرمایا: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ} (البقرة: ۱۸۳)

”مسلمانو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلی امتوں اور قوموں پر لکھے گئے تھے، تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔“

{عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ} کو قرآن نے مبہم بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فریضہ کسی خاص گروہ پر عائد نہیں تھا، بلکہ سب امتوں پر تھا۔

### روزہ کے لغوی اور اصطلاحی معانی

’روزہ‘ کے لغوی معنی رکے رہنے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ’وقتِ مخصوص میں اشیاءِ مخصوصہ سے رکے رہنے‘ کو روزہ کہا جاتا ہے۔ اس کی فرضیت کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ قرآن پاک میں ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ} یعنی ’ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔‘ (البقرة: ۱۸۳) نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ مجھ پر کتنے روزے فرض ہیں تو آپ نے فرمایا: ماہ رمضان کے۔“ اور اس فرضیت پر پوری امت کا اجماع ہے۔

### روزہ کا فلسفہ

قرآن حکیم نے دوسری عبادات کی طرح روزہ کا مقصد بھی یہی بیان فرمایا ہے کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔ تقویٰ کی حقیقت قرآن کی اصطلاح میں یہی ہے کہ نفسانی خواہشات اور جسم و روح کی تمام دنیاوی آلائشوں اور انسانی کمزوریوں سے انسان محفوظ رہے۔ روزہ میں تقلیلِ غذا کے سبب انسان کے قوائے شہویہ اور غضبیہ کمزور ہوتے ہیں جو تمام شرور و ذلّ کا منبع ہیں جیسا کہ اقبالؒ نے فرمایا ہے:

روزہ بر جوع و عطش شبنون زند  
خیبر تن پروری را بشکند

## نظام معیشت اور روزہ

نیز روزہ میں اُمت کو نظام معیشت کی بھی تعلیم دی گئی ہے کہ مسلمان امیر و غریب ایک ہی وقت میں کھاتے پیتے ہیں۔ روزہ کا مزید مقصد عطاے ہدایت کا شکر یہ اور یاد آوری نزولِ قرآن ہے: {وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ} (البقرہ: ۱۸۵)

”تا کہ تم اس عطاء ہدایت پر اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تقدیس کرو اور تا کہ تم اس نزولِ خیر و برکت پر خدا کا شکر یہ بجالاؤ۔“

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن مجید کا نزول ماہ رمضان میں ہوا ہے، جیسا کہ فرمایا: {شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ} (ایضاً)

”یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں نزولِ قرآن (کا آغاز) ہوا، وہ انسانوں کے لئے رہنما ہے، ہدایت کی روشن صداقتیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے الگ کر دینے والا ہے۔“ اور یہ اُمتِ مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان تھا کہ ان کی رہنمائی کے لئے کتاب عنایت فرمائی۔ اس عطاے ہدایت کا شکر یہ بجالانے اور نزولِ قرآن کی یاد آوری اور تذکیر کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کا روزہ فرض کر دیا۔

## روزہ اُسوۂ محمدیؐ کی یاد ہے!

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے قدوسیوں اور محبوبوں کے کسی فعل کو ضائع نہیں کرتا اور اسے مثل ایک مظہرِ فطرت کے دنیا میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیتا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی دیواریں چنیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس قربان گاہ کا طواف کیا، اللہ تعالیٰ کو اپنے دوستوں کی یہ ادائیں کچھ ایسی بھاگئیں کہ اس موقع کی ہر حرکت کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھنے کے لئے پیروانِ دینِ حنیفی پر اس یادگار کا منانا فرض کر دیا۔ حج کا موسم آتا ہے تو لاکھوں انسانوں کے اندر اُسوۂ خلیلؑ جلوہ نما ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر آدمی وہ سب کچھ کرتا ہے جو اب سے کئی ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ کے دوستوں نے کیا تھا۔ یہی معنی ہیں اس آیتِ قرآنی کے: {وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ

عَلَيْهَا} (مریم: ۱۹) ”ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور اس کی ذریت کو اپنی رحمت سے نوازا، وہ اس طرح کہ اس کا اعلیٰ و اشرف ذکر خیر دنیا میں باقی رکھا۔“ جب التجائے خلیلؑ حضرت محمد ﷺ پر قرآن پاک نازل ہوا تو آپؐ غار حرا میں معتکف تھے جو بھوکے پیاسے تمام دنیا کی آلائشوں سے کنارہ کش تھے تو جس طرح اُسوۂ ابراہیمیؑ کی یادگار حج فرض کر کے قائم رکھی گئی، اسی طرح اُسوۂ محمدیؑ کی بھی یادگار ہے جو ماہِ رمضان کی صورت میں قائم رکھی گئی جو چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گی۔

## آغازِ فرضیتِ صیام اور اس کے وقت کی تحدید

روزہ ۲ ہجری میں فرض ہوا جو اسلامی فتوحات اور خیر سالی کے آغاز کا زمانہ تھا۔ اسلام سے پہلے بعض اُمتوں پر مسلسل روزہ کا حکم تھا اور یہود میں شب و روز کا روزہ تھا، صرف افطار کے وقت شام کو کھاتے تھے اور رات کو سو جانے کے بعد پھر کھانا حرام تھا۔ آغازِ اسلام میں بھی یہی حکم تھا۔ بخاری میں ہے کہ: کان أصحاب محمد ﷺ إذا كان الرجل صائما فحضر الافطار فنام قبل أن يفطر لم يأكل ليله ولا يومه حتى يمسي

”یعنی صحابہ ابتداءً اسلام میں جب روزہ رکھتے اور افطار کا وقت آجاتا اور وہ افطار کرنے سے پہلے سو جاتے تو پھر رات بھر اور دن بھر دوسرے دن کی شام تک کچھ نہ کھاتے۔“ (بخاری: ۱۹۱۵)

اسلام نے بعض حالات کو دیکھ کر روزہ کے متعلق آیاتِ تخفیف نازل فرما دیں جن میں روزہ کے وقت کو طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک معین کر دیا اور رات کو سو کر اُٹھنے کے بعد کھانے پینے کی اجازت دے دی گئی۔ صرف اجازت ہی نہیں بلکہ اس وقت کھانے پینے کو موجب برکت کہہ کر ترغیب دلائی اور مجامعت کی بھی باسٹھناے وقتِ صوم عام اجازت دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{ أَحَلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثَ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِيَّاسٍ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِيَّاسٍ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَبَيِّنَ لَكُمْ الْحَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْحَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتَمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ }



”تمہارے لئے روزہ کی شب میں اپنی بیویوں سے مقاربت حلال کی گئی۔ تمہارا ان کا ہمیشہ کا ساتھ ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ تم اس معاملہ میں خیانت کرتے تھے۔ پس اس نے تم کو معاف کیا اب تم (بغیر کسی اندیشہ کے) اپنی بیویوں سے خلوت کرو اور جو کچھ تمہارے لئے (ازدواجی زندگی میں) اللہ تعالیٰ نے ٹھہرا دیا ہے، اس کے خواہشمند رہو اور (اسی طرح رات کے وقت کھانے پینے کی بھی کوئی ممانعت نہیں)۔ شوق سے کھاؤ پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی کالی دھاری سے نمایاں ہو جائے (یعنی صبح کی پہلی نمود شروع ہو جائے)۔ پھر اس وقت سے لے کر رات (شروع ہونے) تک روزہ کا وقت پورا کرنا چاہئے۔“ (البقرہ: ۱۸۷)

## ماہ رمضان اور روزہ کی فضیلت

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو نیکیوں کے بہشتی دروازے کھل جاتے ہیں۔ برائیوں کے جہنمی دروازے بند ہو جاتے ہیں اور روح شریہ و شیطانہ کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔ تو افسوس ہے ان شریعہ مطہرہ کے مسلمانوں پر جو خواہشوں کے غلام اور فیشن پرستیوں کے عادی ہو چکے ہیں کہ وہ اس ماہ مقدس میں بھی شرارت سے باز نہیں آتے اور فسق و فجور میں ڈوبے رہتے ہیں اور خدا پرستی کی چند گھڑیاں اور چند لمحات بھی نہیں گزارتے:

{ أُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمِعَتْهُمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ }  
(النحل: ۱۰۸) یعنی ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ وہ ہیں جو غفلت میں گم ہو چکے ہیں۔“

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ «من صام رمضان إيماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه» (بخاری: ۳۸) یعنی ”جو شخص پورے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ طلبِ ثواب کی نیت سے رکھے گا، اس کے سب پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔“  
ان کے علاوہ بھی روزہ کی فضیلت بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔

ماخوذ از ماہنامہ محدث، دہلی بابت جولائی ۱۹۴۷ء

☆ مرسل و مرتب: مولانا ابراہیم خلیل، خطیب مرکزی مسجد اہل حدیث، حجرہ شاہ مقیم